ایچ آئی وی ، ایڈز اور ہماری نوجوان نسل

ڈاکٹر تاج محمد
وائٹ ہاؤس گرامر اسکول، گلشن اقبال بلاک نمبر ۳ کراچی

نوجوانوں کو ایچ آئی وی / ایڈز سے بچانے کا معاملہ آج کے دور کا ایک اہم ترین اور سنگین بین الاقوامی موضوع ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ اس پہلو پر خصوصی توجہ دی جائے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہی کہی جا سکتی ہے کہ آج ہمارے نوجوانوں کی حالت زار نے ان میں اس موذی اور مہلک مرض کے پھیلاؤ کے امکانات کو بہت زیادہ کر دیا ہے۔ نوجوان مستقبل کے معمار ہوتے ہیں۔ مگر نوجوان کہہ کر ہم اپنے معاشرے کا جو طبقہ مراد لیتے ہیں، از روئے شریعت ان کی ذمہ داریاں صرف مستقبل پر ہی موقوف نہیں ہیں۔ یہ لوگ فی الحال بھی اپنی زندگیاں شریعت کے سانچے میں ڈھالنے اور اس کے مطابق بسر کرنے کے اصولی طور پر پابند ہیں۔

بین الاقوامی سطح پر مسلمہ اصولوں کی روشنی میں ۱۵ سے ۲۴ سال کی عمر کے افراد نوجوان کہلاتے ہیں۔ ۱۵ سال کی عمر سے ہی عمومی طور پر سن بلوغ شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہی وہ حد ہے جسے عبور کرتے ہی شریعت اسلامی کے تحت جملہ انسانی حقوق اور فرائض لازم ہو جاتے ہیں۔ البتہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اپنی مذہبی، اخلاقی اور سماجی ذمہ داریوں سے بیگانگی اور لاتعلقی کا رجحان بھی سب سے زیادہ اسی طبقے میں پایا جاتا ہے۔

بہر حال ہمیں اس طبقے سے شکوے کم اور ہمدردیاں زیادہ ہیں۔ یہ طبقہ اہل خرد کی توجہ کا سب سے زیادہ حقدار بھی ہے اور طالب بھی۔ نوجوان تو نادان و ناتجربہ کار ہوتے ہیں۔ انہیں مناسب توجہ اور رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ بقول پروین شاکر

یہ سر اٹھائیں کیا انہیں کسی پہ مان ہی نہیں کسی کا پیار ان کے حوصلوں کی جان ہی نہیں

ہم ان سے شکایت کریں تو کیسے کہ ان کے معاملے میں بڑوں کی بے توجہی اور کسی حد تک لاتعلقی، بے جا تحکم اور ان کو ابھی اور اسی وقت اپنے جیسا بنا دینے کے ہمارے شوق نے ایسا بنا دیا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ اپنائیت اور باہمی اعتماد کی فضا کو آلودہ کر دینے کے بعد ان نوجوانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دینے یا حالات کے حوالے کر دینے اور پلٹ کر نہ دیکھنے کے عمل نے جلتی پر تیل کا کام دے کر

صورتحال کو اور زیادہ خراب کر دیا ہے۔ ان کے بارے میں اپنے ایک دانا کا احساس ملاحظہ کیجئے۔

میرے بیٹے نے آنکھیں اک نئی دنیا میں کھولی ہیں
اسے وہ خواب کیسے دوں؟
جنہیں تعبیر کرنے میں میری یہ عمر گزری ہے
میری تعلیم کی خاطر وہ ان کو لے تو لے شاید
مگر جو زندگی اس کو ملی ہے اس کے دامن میں
ہمارے عہد کی قدریں تو کیا یادیں بھی کم کم ہیں (۱)

آج جب دنیا میں ایچ آئی وی / ایڈز کی بیماری بہت تیزی سے پھیل رہی ہے، ہمارے چمن کا یہ شاداب حصہ بھی اس کی بجلیوں کی زد سے زیادہ دور اور محفوظ نہیں رہا۔ اعداد و شمار کے مطابق اب تک کے اس بیماری سے متاثرہ افراد میں سب سے زیادہ تعداد نوجوانوں ہی کی ہے۔ ایڈز کی روک تھام کے قومی ادارے کی مہیا کردہ معلومات کے مطابق :

مرض کا شکار ہونے والے لوگوں میں آدھی سے زائد تعداد ۱۵ سے ۲۴ سال تک کی عمر کے نوجوانوں کی ہے۔ ہر متاثر لڑکے کے مقابلے میں دو لڑکیاں اس وائرس سے متاثر ہیں (۲)

ادھر یہ بھی ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ ہمارا ماحولیاتی مزاج اور ہمارے معاشرتی حالات بھی کچھ ایسے ہی ہیں اور بیرونی ثقافتی یلغار کے باعث بہت تیزی سے اس رخ پر جا رہے ہیں کہ اصلاح احوال کی اگر بروقت اور مناسب تدابیر اختیار نہ کی گئیں تو آئندہ دو دہائیوں کے اختتام تک نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد، خاکم بدہن، کسی نہ کسی طرح اس موذی مرض سے متاثر ہو چکی ہوگی۔ یہ نوجوان ہمارا مستقبل ہیں۔ ہماری ساری امیدیں انہیں سے وابستہ ہیں لہذا ہم اپنے ہاتھوں ان کو تاریکیوں کے سپرد کسی طرح نہیں کر سکتے۔

عام طور پر ہم لوگ یہ کہہ کر نوجوانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں کہ "اپنے کئے کے یہ لوگ خود جوابدار ہیں" اور جیسا کریں گے ویسا ہی بھریں گے وغیرہ وغیرہ۔ اور اس ضمن میں قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے عموماً اپنے موقف پر دلیل بھی پیش کی جاتی ہے :

ولا تزر وازرة وزر اخری (۳)

ترجمہ : اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

اس طرح سے ثابت یہ کیا جاتا ہے کہ ہر کوئی اپنے کئے کا خود ذمہ دار ہے۔ ہمارا اس سے کیا واسطہ کہ کوئی اچھا کرتا ہے یا برا۔ جو کچھ آج بوئے گا کل خود کاٹے گا۔ مگر آیت مبارکہ کے اس حصے کو اس کے سیاق و سباق سے جدا کرنے کے نتیجے میں یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔ پوری آیت مبارکہ ملاحظہ فرمایئے:

من اهتدی فانما یهتدی لنفسه ج و من ضل فانما یضل علیها ط
ولا تزر وازرة وزر اخری ط وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (۴)

ترجمہ: جو کوئی بھی سیدھی راہ چلے گا اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو گمراہی کو اختیار کرے گا وہ اس کا وبال اپنے

ہی اوپر لائے گا، کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا، اور ہم جب تک (ہدایت و گمراہی کا فرق سمجھانے سکھانے کے لئے) رسول نہ بھیج لیں کسی پر عذاب لازم نہیں کرتے۔

اس آیت مبارکہ کا نفس مضمون خود بتا رہا ہے کہ آپ ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے اور راہ حق پر لانے کیلئے مسلسل اور متواتر جدوجہد فرمائی۔ آپ ﷺ کی جانفشانی کا عالم یہ تھا کہ اس کیفیت کے خصوصی تذکرے کے ساتھ بارگاہ ایزدی سے تحسین و تسلی پر مبنی آیت مبارکہ نازل ہوگئی۔ اور یہ سند بھی مل گئی کہ آپ ﷺ نے تبلیغ حق کا حق پورا پورا ادا کردیا:

فلعلک باخع نفسک علیٰ آثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفا (۵)

ترجمہ: تو اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائے تو آپ ان کی خاطر غم کے مارے شاید ہی جاں سے گزر جائیں گے۔

آپ ﷺ نے تبلیغ حق اور تعمیر انسانیت کے لئے شبانہ روز محنت فرمائی۔ لوگوں کی سیرت و کردار کو نئی اور صالح بنیادوں پر استوار فرمایا۔ اس راہ میں بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کیا۔ آپ ﷺ پر پتھر برسائے گئے۔ آوازے کسے گئے۔ راہوں میں کانٹے بچھائے گئے۔ تبلیغ کا اثر زائل کرنے کے لئے طرح طرح کی سازشیں کی گئیں۔ مگر آپ ﷺ نے گالیاں سن کر بھی دعائیں ہی دیں۔ شرپسند اور اوباش لوگوں نے آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں کا جینا دوبھر کردیا تو ان مومنین کو بھی صبر و حوصلہ کی تلقین فرمائی اور اپنی آغوش رحمت میں پناہ دیئے رکھی۔ آپ ﷺ کے عہد کے حالات و واقعات پر ایک نظر ڈال کر ایک عام سمجھ بوجھ کا حامل شخص بھی بآسانی اندازہ کرسکتا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے اپنی مساعی جمیلہ سے حجت تمام کردی تھی۔ جب بارگاہ ایزدی سے بھی آپ ﷺ کی کاوشوں کو قبول و تحسین کی سند مل گئی تو پھر بھی جو شخص اپنی غلط کاریوں سے باز نہ آیا وہ تو اپنے کئے کا یقیناً خود ذمہ دار ہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل آیت مبارکہ ایک رہنما اصول مہیا کرتی ہے:

لا اکراہ فی الدین قف قد تبین الرشد من الغی ج فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن م باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ ق لا انفصام لھا ط واللہ سمیع علیم (۶)

ترجمہ: دین کے معاملے میں زور زبردستی بیکار ہے۔ راہ حق، گمراہی سے ممتاز ہوگئی ہے۔ تو جو کوئی بھی طاغوت کا انکار کرتا اور اللہ پر ایمان لاتا ہے تو یقیناً وہ ایسے مضبوط حلقے سے وابستہ ہوجاتا ہے، جس کے ٹوٹ جانے کا تصور بھی باطل ہے، اور اللہ تعالیٰ تو خوب سننے جاننے والا ہے۔

اسی طرح یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ حسب ذیل فرمان، اعلان نبوت کی اگلی ہی صبح نازل نہیں فرمادیا گیا تھا کہ

وان تولوا فانما علیک البلاغ (۷)

ترجمہ: اور اگر ان لوگوں نے (پھر بھی) منہ موڑ لیا تو آپ کے ذمہ صرف پیغام رسانی ہی ہے۔
اسی قبیل سے ہے یہ اعلان بھی کہ

اتبع ما اوحی الیک من ربک ج لا الہ الا ھو ج

واعرض عن المشرکین (۸)

ترجمہ: جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے وحی کیا گیا ہے اسی کی پیروی کرتے رہیے، اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور مشرکین سے اعراض کیجئے۔

بلکہ ان اعلانات کے پیچھے آپ ﷺ کی برسوں کی محنت شاقہ کارفرما تھی۔ جب آپ ﷺ نے ہر ہر پہلو سے حق کو واضح فرمادیا، حق اور باطل کے درمیان ایک روشن حد فاصل قائم ہوگئی، اور حجت تمام ہوگئی تو پھر جاکر یہ اعلانات منظر عام پر لائے گئے۔ لہٰذا ازراہ نیابت ہم بھی جب تک نوجوانوں کے معاملے میں اپنی پیغمبرانہ ذمہ داریاں احسن طریقے پر پوری نہیں کرلیتے، ہمارے لئے گلوخلاصی کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے۔ بات بات سے بیزاری کا جھٹکا اور ذرا ذرا سی باتوں پر ان سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرنا محض ایک بے تکی سی حرکت ہے اور کچھ نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ فالامیر الذی علی الناس راع وھو مسئول عن رعیتہ والرجل راع علی اھل بیتہ وھو مسئول عنھم والمرأۃ راعیۃ علی بیت بعلھا وولدہ وھی مسئولۃ عنھم والعبد راع علی مال سیدہ وھو مسئول عنہ الافکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ (۹)

ترجمہ: خبردار! تم میں سے ہر کوئی، ایک چرواہے کی مانند ہے اور ہر ایک سے اس کے ریوڑ یعنی ماتحت افراد کے معاملے میں بازپرس ہوگی۔ یوں ایک حکمران اپنی رعایا کا ذمہ دار اور ان کی طرف سے جواب دہ ہوگا۔ مرد اپنے اہل خانہ کے معاملے میں ذمہ دار اور ان کی طرف سے جواب دہ ہوگا۔ عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں کے معاملے میں ذمہ دار اور جواب دہ ہوگی۔ ایک خادم اپنے آقا کے مال کے معاملے میں ذمہ دار اور جواب دہ ہوگا۔ اس لئے خبردار! تم میں سے ہر کوئی، ایک چرواہے کی مانند ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحت افراد کے معاملے میں بازپرس ہوگی۔

اس حدیث پاک سے مسلم معاشرت اور نظم اجتماعی کی ایک شاندار روایت میسر آتی ہے۔ ہر بڑا اپنے چھوٹوں کے معاملے میں بارگاہ ایزدی میں جوابدہ قرار پاتا ہے۔ اور اس بات کا پابند ہوجاتا ہے کہ معاشرتی اقدار کا بار امانت احسن طریقے پر نئی اور نوخیز نسل کو منتقل کرے۔ جو قومیں اپنی نئی اور آئندہ نسلوں کا مستقبل بھی ہمیشہ اپنی نگاہوں میں رکھتی ہیں وہی تعمیر و ترقی کی منازل بھی طے کرتی ہیں اور طویل عرصے تک زندہ بھی رہتی ہیں۔ پھر جب ان کا دھیان ادھر ادھر ہوجاتا ہے تو وہ خود بھی وقت کے ساتھ ساتھ ادھر ادھر ہوجایا کرتی ہیں۔ ایسی قومیں اپنے نوجوانوں کو زمانے کی سختیوں سے بچانا اپنا فرض سمجھتی ہیں۔ بالخصوص ماں باپ تو اپنے بچوں کے آگے ڈھال بن کر ان کو حوادث زمانہ سے محفوظ رکھا کرتے ہیں۔ نوجوانوں کو ایڈز کی اس آگ سے دور اور محفوظ رکھنا یوں تو ایک ذمہ دار اور شعور و ادراک رکھنے والے ہر شہری کا فرض ہے۔ مگر ایک مثالی فلاحی معاشرے کے قیام کیلئے نوجوانوں کی اصلاح و فلاح اور ان کی کردار سازی کے بنیادی ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے۔

اپنی اولاد کی اچھی تربیت اور ان کو راہِ راست پر رکھنا ماں باپ کے حق میں فرضِ عین کا درجہ رکھتا ہے۔ ہر مہذب معاشرے میں اس فرض کو ایک بنیادی اور مسلّمہ عقیدے کا درجہ حاصل ہے۔ ماں باپ کی اس ضمن میں کارکردگی پر خاندان کے بڑے بوڑھے اور بزرگ، جو جہاں دیدہ اور تجربہ کار بھی ہوتے ہیں، گہری نظر رکھتے اور بوقتِ ضرورت مناسب رہنمائی بھی مہیا کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح معاشرتی ترقی کا سفر بھی جاری رہتا ہے اور سماجی اقدار بھی زیادہ متاثر نہیں ہوتیں۔ اگر ہمارے یہاں کے والدین اور خاندانی بزرگ بھی اپنی اپنی سماجی ذمہ داریوں کا پاس کرنے اور لحاظ رکھنے لگ جائیں تو آج ہمارے سامنے یہ بے تحاشا مسائل کے جو انبار لگے ہیں، محض چند برسوں میں یہ صابن کی جھاگ کی طرح بیٹھتے نظر آئیں گے۔ مگر ہمارے ماحول و معاشرے میں اکثریت اپنی ذمہ داریاں پوری کرتی نظر نہیں آتی یا کسی وجہ سے پوری نہیں کر پاتی۔ یہ کمزوری ہماری بے شمار معاشرتی برائیوں اور خرابیوں کی اصل جڑ ہے۔
ایک طرف زمانہ اپنی رفتار سے آگے بڑھ رہا ہے۔ نت نئی ایجادات منظرِ عام پر آ رہی ہیں۔ فحاشی و عریانی کا ایک سیلاب سامنے آیا ہے۔ دوسرے ہاتھ پہ والدین اپنے بچوں کی سرگرمیوں سے غافل یا بے نیاز۔ سارا سارا دن نکھارہنا، آوارہ گھومنا ہمارے نوجوانوں کی عادت سی بنتی جا رہی ہے۔ ذہن نکما اور خالی ہو تو فارسی کی یہ کہاوت صادق آتی ہے کہ "خانہ خالی را دیو می گیرد" یعنی گھر خالی رہے تو اس پر جن قابض ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں کے سونے جاگنے کے اوقات بھی کسی قاعدے قانون یا فطرت سے ہم آہنگ نہیں رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وجعلنا النوم سباتا ، وجعلنا الیل لباسا وجعلنا النہار معاشا (۱۰)

ترجمہ: ہم نے نیند کو سکون آور رات کو پردہ پوش اور دن کو ہم نے معاش کے لئے بنایا ہے۔

مگر دن کو دیر تک سوئے رہنے کے نتیجے میں اگلی رات دیر تک نیند ہی نہیں آتی۔ کئی جگہ تو ماں باپ بھی انہیں دروازے سے باہر نکال کر خود سو جاتے ہیں۔ اور نوجوانوں کی ٹولیاں رات گئے تک گلی کی نکڑ پہ بیٹھی آزاوانہ گپیں ہانکتی رہتی ہیں۔ یہ سرگرمیاں ان علاقوں میں زیادہ پائی جاتی ہیں جہاں کے لوگ زیادہ خوش حال اور آسودہ نہیں ہیں۔ اور جہاں کے نوجوانوں کا فارغ وقت کسبِ معاش میں لگنا چاہئے۔ والدین اور خاندانی بزرگوں کی زندگی کا لازمی فریضہ اور بنیادی وظیفہ ان نوجوانوں کی پرورش اور مناسب تربیت ہے۔ یہ بچے اپنے گھریلو حالات اور خاندانی مزاج کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ اور اپنے بزرگوں کا چلتا پھرتا تعارف ہوتے ہیں۔ ان پہ وہی عکس ابھرتا ہے جو ان کے پس منظر میں موجود ہوتا ہے۔ جملہ سماجی قوتوں میں سے والدین اور ان کے خاندان سے تعلق رکھنے والے بڑے بوڑھے جس بہتر انداز سے نوجوانوں پر اثر انداز ہو سکتے ہیں اور انہیں سدھار کر راہِ حق پر لا سکتے ہیں، کسی اور کے لئے ایسا کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ ان کے لئے تو یہ بھی دشوار نہیں کہ اپنے اور معاملات و معمولاتِ حیات کو بھی حسبِ معمول جاری و ساری رکھتے ہوئے ان پر بھی نگاہ رکھ لیں۔ جبکہ دیگر افراد یا اداروں کو وقت اور سرمائے کے بے تحاشا استعمال سے بھی یہ مقاصد پوری طرح حاصل نہیں ہو سکتے۔ حضور رسولِ کریم ﷺ فرماتے ہیں:

ما نحل والد ولدا من نحل افضل من ادب حسن (۱۱)

ترجمہ: کوئی باپ کسی بچے کو اچھی تربیت سے بہتر کوئی عطیہ نہیں دے سکتا۔

والدین اور خاندانی بزرگوں کی ذمہ داریاں یوں بھی کئی چند ہیں کہ بچہ جس حالت میں ان کو ملا تھا وہ مکمل معصومیت کی حالت تھی۔ اس کا سیدھا کردار و عمل بالکل صاف اور شفاف تھا۔ الہامی ہدایت کے ضابطوں کی موجودگی کے ساتھ ساتھ صحیح اور غلط راہوں کی تشخیص و تعین کے لئے انہیں قدرت نے عقلِ سلیم کی نعمت بھی عطا کی۔ پھر ایک ننھی منی سی جان ان کے سپرد کر کے اس کی تعمیر و تربیت کرنے اور اس پر اثر انداز ہو کر اس کو اپنی مرضی کے سانچوں میں ڈھالنے کی مکمل آزادی بھی عطا کی ہے۔ تو انہیں یہ سوچنا چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کو کیا اور کیسا بنا رہے ہیں؟ اور ایک مسلمان ہونے کے ناطے انہیں ان کو کیسا بنانا چاہئے؟ یہ وہ ذمہ داری ہے کہ کسی ماں یا باپ کے لئے اس سے فرار اور روگردانی ممکن نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ او ینصرانہ اور یمجاسنہ (۱۲)

ترجمہ: ہر بچہ فطرتِ سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔

اور جو کچھ بھی بناتے ہیں اپنے لئے ہی بناتے ہیں۔ اور اپنا ایک مجسم تعارف چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔ اچھی اور بہترین تعلیم و تربیت سے آراستہ اولاد چھوڑ کر جاتے ہیں تو ان کے لئے ایک صدقۂ جاریہ ہے۔ اور اگر خدانخواستہ بری اور بد تہذیب اولاد چھوڑ کر چلے گئے تو معاشرے کو تو صدمہ پہنچے گا ہی، خود ان کے اعمال نامے کی سیاہی بھی بڑھتی ہی چلی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تبارک الذی بیدہ الملک ز وھو علیٰ کل شیء قدیر ۝ الذی خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم أیکم احسن عملا ط وھوا العزیز الغفور (۱۳)

ترجمہ: بہت برکتوں والی ہے وہ ذات کہ جس کے قبضہ میں پوری کائنات کی مملکت ہے، اور ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ وہی ذات جس نے موت اور حیات کا نظام وضع ہی اس لئے فرمایا تا کہ تمہارا امتحان لے کہ تم میں سے کون بہتر کارکردگی دکھاتا ہے، اور وہ بہت ہی مقتدر اور بخشنے والا ہے۔

جس طرح اور ذی روح فانی ہیں اور ایک نہ ایک دن موت نے ان کو پچھاڑ دینا ہے اسی طرح ہم کو بھی اس مرحلے سے بہر حال گزرنا ہے۔ قدرت کا بنایا ہوا یہ قانون اٹل ہے:

کل نفس ذائقۃ الموت ط وانما توفون اجورکم یوم القیٰمۃ ط فمن زحزح عن النار و أدخل الجنۃ فقد فاز ط وما الحیٰوۃ الدنیا الا متاع الغرور (۱۴)

ترجمہ: ہر نفس نے موت کا مزہ چکھنا ہے، اور تمہیں قیامت کے روز پورا بدلہ دیا جائے گا۔ صرف تمہارے کئے کا ہی۔ تو جسے آگ سے بچا کر جنت میں داخل کر دیا گیا، وہی کامیاب ہے، اور دنیاوی ساز و سامان تو محض ایک فریب ہے نظر کا۔

تعلیم وتربیت کے عمل میں بے شمار خامیوں کے علاوہ ہماری نئی نسل کو ہمارے معاشرے کے لا یعنی رسوم ورواج نے بھی تقریباً نیم جاں کر کے رکھ دیا ہے۔ ہم اپنی نسلوں کی قیمت پر ایسے فرسودہ رسوم و رواج کو گلے سے لگائے بیٹھے ہیں جن کے باعث شادی بیاہ کے عمل میں غیر ضروری تاخیر ہوتی ہے۔ ہمارا یہ طرز عمل کسی طرح بھی اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ نہیں۔ طبی ماہرین کے مطابق بھی ادھیڑ عمری کی شادی نحیف وناتواں بچوں کی ولادت کا باعث ہوتی ہے۔ جب ماں باپ کی اپنی جسمانی توانائیاں ڈھلنے لگ جائیں تو ان کے ہاں جنم لینے والے بچوں کی جسمانی اور ذہنی ساخت اور امراض کے خلاف دفاع کا قدرتی نظام بھی قدرتی طور پر یقیناً کئی طرح کی پیچیدگیاں اور کمزوریاں لے کر آئے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے بھی شادی بیاہ میں تاخیر کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ حدیث پاک میں ہے :

عن ابی سعید و ابن عباس رضی الله عنهم قالا قال رسول الله ﷺ من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه فاذا بلغ ولم يزوجه فاصاب اثما فانما اثمه علىٰ ابيه (۱۵)

ترجمہ : حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی کے ہاں بچے کی ولادت ہو اسے چاہئے کہ اس کا نام اچھا رکھے اور اس کی اچھی تربیت کرے۔ پھر جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دے۔ تو اگر وہ بالغ ہو گیا اور اس نے اس کا نکاح نہ کیا اور وہ کسی گناہ کا مرتکب ہو گیا تو باپ اس کے گناہ کا ذمہ دار ہوگا۔

لڑکیوں کی شادی میں تاخیر کا معاملہ بھی ہمارے یہاں ایک گھمبیر صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ وقت کے گزرنے اور عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کی عادتیں بھی پختہ ہوتی رہتی ہیں۔ بلوغت کے وقت ان کے اندر حالات کو سمجھنے اور اپنے آپ کو ان کے مطابق ڈھال لینے کی جو صلاحیت ہوتی ہے طبیعت میں جوں جوں پختگی آتی جائے گی یہ صلاحیت کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی جائے گی۔ اکثر خاندانوں میں ہونے والی ناچاقیوں کا باعث اسی صلاحیت کا فقدان ہوتا ہے۔ اور اسی کے باعث عموماً بنتے بنتے گھر اجڑ بھی جاتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے لڑکیوں کی شادی کے معاملے میں ان کی عمر کا بھی ذکر اور تعین فرمایا ہے

عن عمر بن الخطاب و انس بن مالک عن رسول الله ﷺ قال فی التوراة مکتوب من بلغت ابنته اثنتی عشرة سنة و لم یزوجها فاصابت اثما فاثم ذالک علیه (۱۶)

ترجمہ : حضرت عمر اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ دونوں رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تورات میں لکھا ہوا ہے کہ جس شخص کی بیٹی بارہ سال کی ہوگئی اور اس نے اس کا نکاح نہ کیا اور وہ لڑکی اس طرح کے کسی گناہ میں مبتلا ہوگئی تو اس کا گناہ اس کے باپ کے سر ہوگا۔

سرمائے کا بے تحاشا ضیاع ہماری انا کی مرغوب غذا ہے۔ اس دقیانوسی سوچ و فکر نے کئی اور مسائل کھڑے کر دیئے ہیں۔ جہیز کو لعنت کہہ کر بھی ہم اسی کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں۔ آج جو اپنے لڑکے کو

جا بنے چلا ہے وہ یہ بھول جائے گا کہ آج لڑکی والوں کی اس کے ہاتھوں جو حالت ہوگی کل انہی سکوں میں اسے یہ سارے حسابات اس وقت چکانے اور بے باق کرنے ہوں گے جب اپنی لڑکی کے ہاتھ پیلے کرنے کی اس کی باری آئے گی۔ قدرت نے ہمارے تقریباً ہر گھر کو بیٹوں اور بیٹیوں کے معاملے میں بڑی فیاضی سے نواز رکھا ہے۔ یہ صورتحال اس بات کی غماز ہے کہ ہمارے معاشرے میں شعور کی سطح بہت پست ہے۔

ہم شرم وحیا کے تقاضوں کے منافی خیال کرتے ہوئے اپنے بچوں کو یہ بھی نہیں بتاتے کہ اپنی جنس کے اعتبار سے انہیں کن کن مراحل سے گزرنا ہوگا۔ کوئی بھی بچہ اپنی فطرت میں ان چیزوں سے لاتعلق اور بے خبر نہیں رہ سکتا۔ اگر یہ چیزیں ان کو ہم نہیں بتائیں گے تو بچوں نے کہیں نہ کہیں سے یہ معلومات حاصل تو کرنی ہیں۔ وہ اس معاملے میں اپنے ساتھیوں سے رجوع کریں گے۔ اس طرح کی نادرست اور غیر مستند معلومات کے نقصانات تو اپنی جگہ مگر اس ماحول کا ایک اور بڑا نقصان یہ بھی تو ہے کہ اس طرح ہمارے بچے ہمارے ہمراز نہیں رہیں گے۔ جن کے ہمراز بنیں گے ایک حد تک ان کے زیر اثر چلے جائیں گے۔ اس صورت حالات میں ماں باپ اور ان کی اولاد کے درمیان ایک اور پارٹی حائل ہو جاتی ہے۔ اور ہر بچے کی شخصیت کے دو رخ ہو جاتے ہیں۔ ایک وہ جو ماں باپ اور باقی سب لوگوں کے سامنے ہے اور دوسرا وہ جس سے صرف ان کے ساتھی ہی واقف اور آگاہ ہیں۔ یہی وہ حالات اور اسباب ہیں جو ہمارے معاشرے میں اکثر زیر زمیں سرگرمیوں کے فروغ کا سبب اور باعث بنتے ہیں۔ اپنے ہم عمروں اور ساتھیوں کے ہمراز بن کر ان کے رحم وکرم پر چلے جانے کے بعد اب آگے ان کے اپنے نصیب۔ ساتھی اگر اچھا ہے تو یہ بھی اچھے ہیں اور خدانخواستہ اگر وہ برا ہے تو یہ بھی زیادہ دن تک اچھے نہیں رہ سکیں گے۔ اس طرح کے حالات ہوں تو نوجوانوں کو غلط روشوں پر جانے سے بچنے کی محض تلقین کافی نہیں ہوتی۔ یہ مانا کہ فحاشی وعریانی میں طغیانی آگئی ہے۔ علامہ اقبال نے تو بہت پہلے کہہ دیا تھا۔

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدار یار ہوگا سکوت تھا پردہ دار جس کا وہ راز اب آشکار ہوگا (۱۷)

مگر یہ سب زمانے کی فطری ارتقائی چال کا نتیجہ ہے۔ جس کے جواب میں ہم نے اب تک منفی طرز عمل ہی اپنائے رکھا اور بے کار میں اپنی توانائیاں ضائع کرتے رہے۔

ریڈیو ٹرانسسٹر کی ایجاد پر ہمارا ردعمل یہ تھا کہ "شیطان بول پڑا ہے۔" اسے اپنے گھروں تک مت آنے دو۔ "ٹی وی" اپنے ساتھ تصویر بھی لایا تھا اس لئے اس کی مخالفت کیلئے قدرے مضبوط بنیاد میسر آگئی۔ ایک مذہبی رہنما نے اسے "مجسم ابلیس" تک کہا۔ آج نہ صرف اسے قبول کر لیا گیا ہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ گلے لگا لیا گیا ہے۔ زمانے نے جب بھی اپنا کوئی نیا پتہ کھولا ہم نے اس کے خلاف کمر ہمت تو فوراً ہی کس لی مگر جلد ہی ڈھیلے پڑ گئے۔ آج بھی ہم اسی تجربے کو دہرانے میں مصروف ہیں۔ یہ طرز عمل غیر فطری سا ہے۔ ایک معالج جب دیکھتا ہے کہ مریض پرانے نسخے کا عادی ہو گیا ہے اور اس کی قوت مدافعت دوا کو اثر دکھانے نہیں دیتی تو زیادہ طاقتور نسخہ تجویز کر دیتا ہے۔ لہٰذا یہ پیشگوئی کرنا زیادہ مشکل نہیں رہا کہ اس ترکش کا اگلا تیر یقیناً زیادہ حیران کن اور خطرناک ہوگا۔ برائی یوں بھی اپنے اندر بے پناہ کشش اور جاذبیت رکھتی ہے۔ ایک دانا کے بقول: اگر کوئی کام کرنے کو جی نہ چاہ رہا ہو تو اس کو گناہ فرض کر لو کام

بھی ہوگا اور مزہ الگ آئے گا۔ بیرونی ثقافتی یلغار نے ہمارے لیے کچھ ایسا ماحول بنا رکھا ہے کہ اس سے بچوں کو دور اور بچائے رکھنا خاصا دشوار کام ہے۔ ان حالات میں جبکہ کارکردگی کی جانچ پڑتال بھی چھتی ہے اور موت کے سائے بھی ہر سر پر منڈلا رہے ہیں، ایک ماں اور باپ پر مشتمل جوڑے کی کارکردگی جانچنے کے لئے ان کی اولاد کے رنگ ڈھنگ دیکھنے سے بہتر طریقہ اور ہو کیا سکتا ہے؟ لہٰذا علامہ اقبال رحمہ اللہ کے بقول

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں (۱۸)

جب مقصود قدرت ہی آزمائش ہے تو نہ صرف یہ کہ اچھائی اور برائی کا وجود ناگزیر ہے بلکہ اچھائی کے اسباب کی نسبت برائی کے اسباب کا زیادہ طاقتور، پرکشش اور پر اثر ہونا بھی ضروری ہے۔ تبھی تو صحیح طرح سے حوصلوں کی آزمائش ہو سکے گی۔ اور اچھے اور برے کردار نمایاں ہو سکیں گے۔ آج ریڈیو کی مخالفت "چائے کی پیالی میں طوفان" سے زیادہ نہیں لگتی۔ ممکن ہے آنے والے دنوں میں کیبل نیٹ ورک اور انٹرنیٹ کی حیثیت اس سے بھی کم ہو جائے۔ لہٰذا فحاشی و عریانی کے نئے اسباب پیدا ہو گئے ہیں تو ان کے آگے بند باندھنے کی کوششیں بے سود ہیں۔ یقینی طور پر زمانے کا اگلا پیچ اور زیادہ طاقتور اور پر اثر ہوگا۔ جو لوگ ہوا کے ہر جھونکے پر اپنا توازن کھو بیٹھتے ہیں کل قومی ذمہ داریوں کا بار گراں کیسے اٹھا پائیں گے؟ تاریخ انسانی کرب حوالے یہی کہتے ہیں کہ اس وقت اپنے اور اپنے بچوں کے اعصاب مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ بقول شاعر

لوگ تو مجبور ہیں پتھر تو ماریں گے ضرور
کیوں نہ شیشوں سے کہا جائے کہ وہ ٹوٹا نہ کریں

لہٰذا من حیث القوم ہم سب کا فرض ہے کہ اپنی نئی نسل کے شفاف دامن کو ہر برائی کی آلودگی سے بچائیں اور بالخصوص ان کو ایچ آئی وی / ایڈز جیسے موذی، خطرناک اور مہلک مرض کی تباہ کاریوں کی زد سے دور رکھیں۔ بحیثیت استاذ ہمارا مشاہدہ ہے کہ جو والدین اپنے بچوں کو اپنے قریب رکھتے ہیں، ان کو اپنا ہمراز بناتے ہیں اور ان پر اعتماد کرتے ہیں ان کے بچے غلط کاریوں کا شکار نہیں ہوتے اور ذہنی فاصلوں کے باوجود اپنے ماں باپ کے قریب ہی رہتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ امجد، امجد اسلام، پھر یوں ہوا، لاہور، جہانگیر بکڈپو، فروری ۲۰۰۳ء، ص: ۲۰ و ۲۱
۲۔ ایچ آئی وی کی روک تھام میں دینی رہنماؤں کا کردار، اولین اشاعت، جاری کردہ نیشنل ایڈز کنٹرول پروگرام، حکومت پاکستان، ص: ۶
۳۔ قرآن حکیم، بنی اسرائیل، آیت: ۱۵
۴۔ ایضاً
۵۔ قرآن حکیم، سورۂ کہف، آیت: ۶
۶۔ قرآن حکیم، سورہ بقرہ، آیت: ۲۵۶

۷۔ قرآن حکیم، سورۂ آل عمران، آیت: ۲۰
۸۔ قرآن حکیم، سورۂ انعام، آیت: ۱۰۶
۹۔ القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۱۹۵۶ء، ص: ۱۳۲، جلد دوم
۱۰۔ قرآن حکیم، ۷۸: ۸ تا ۱۱
۱۱۔ ترمذی، عیسیٰ بن سورہ ابو عیسیٰ، جامع ترمذی ابواب البر والصلہ، باب ما جاء فی ادب الولد۔
۱۲۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المشرکین
۱۳۔ قرآن حکیم، سورۂ ملک، آیات: ۱ و ۲
۱۴۔ قرآن حکیم، سورۂ آل عمران، آیت: ۱۸۵
۱۵۔ الخطیب، محمد بن عبداللہ العمری التبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، دہلی، مطبع مجتبائی، بلا سن طباعت، ص: ۱۷۲ (بحوالہ شعب الایمان للبیہقی)
۱۶۔ ایضاً
۱۷۔ حکیم الامت، محمد اقبال، شیخ، کلیات اقبال (اردو)، لاہور، غلام علی پرنٹرز، اشاعت ہشتم ستمبر ۱۹۸۴ء، ص: ۱۳۰
۱۸۔ ایضاً، ص: ۷۰

☆☆

فکری و تحقیقی نشست کا اہتمام

مجلس التفسیر جامعہ کراچی کے زیر اہتمام ہر انگریزی مہینے کے پہلے اتوار کو صبح دس بجے ایک ماہانہ علمی و فکری و تحقیقی نشست کے اہتمام کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ جس میں اسلام اور اسلام کے تعلق سے پیدا ہونے والی مختلف النوع تحقیقات کو مقالات کی صورت میں پیش کیا جائے گا۔ ہر نشست میں کسی بھی ایک صاحب فکر و نظر اور محقق کو اپنا مقالہ پیش کرنے کی اجازت ہوگی۔ مقالہ پیش کرنے یا اس نشست میں شریک ہونے کے لیے کوئی شرط نہیں ہے۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

مقالہ نگاروں سے گزارش ہے کہ وہ اپنا مقالہ پیش کرنے سے کم از کم ایک ہفتہ قبل مجلس التفسیر کے سربراہ ڈاکٹر شکیل اوج سے رابطہ کرلیں۔ تا کہ مقالہ نگار اور ان کے عنوان مقالہ کی مناسب تشہیر و اشاعت قومی اخبارات کے ذریعے ممکن ہو سکے۔

مجلس میں پیش کیے جانے والے مقالات مجلہ التفسیر میں شائع کیے جائیں گے۔

فکری نشست کا انعقاد C-43 اسٹاف ٹاؤن یونیورسٹی کیمپس جامعہ کراچی میں کیا جائے گا۔

برائے رابطہ: 021-4802368

0300-2236558

ای میل: sascom7@yahoo.com

تفسیر المسائل والاحکام

ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج

تخفیف عذاب کیا ہے؟

سوال: البقرہ/۸۶ میں کہا گیا ہے کہ فلا تخفف عنھم العذاب ۔ ان کے عذاب میں تخفیف نہ ہوگی۔ وہ کون لوگ ہوں گے، جن کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی اور تخفیف عذاب کی شرائط کیا ہیں؟
(غ۔جیم)

جواب: آپ نے جو قرآنی الفاظ لکھے ہیں۔ اس میں غلطی ہوگئی ہے۔ آپ یقیناً یخفف لکھنا چاہتے ہوں گے مگر سہواً یخفف کی جگہ تخفف لکھ دیا گیا ہے۔ جو یقیناً غلط ہے۔ دوسرے یہ کہ آپ نے متذکرہ بالا آیت میں سے ایک محدود و مخصوص فقرہ اخذ کر کے پوچھا ہے کہ "وہ کون لوگ ہوں گے، جنکے عذاب میں تخفیف کی جائیگی، جواباً عرض ہے کہ اس آیت میں تخفیفِ عذاب کے امکان یا وقوع کو بیان کرنا مقصود کلام نہیں ہے ۔ بلکہ عدم امکان یا وقوع کو بیان کرنا منشائے کلام ہے۔

پھر یہ کہ وہ کہ جن کے عذاب میں تخفیف نہ ہوگی، ان کے بارے میں مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ لوگ تو قرآن مجید نے خود ہی بیان کر دیئے ہیں، اگر آپ پوری آیت دیکھتے تو خود جان لیتے۔ بہر حال آپ نے مجھ سے پوچھا ہے تو میں قرآن کی رہنمائی میں تخفیف عذاب کے محرومین یعنی (اشد العذاب کے مستحقین) (البقرہ/۸۵) کی نشاندہی کئے دیتا ہوں۔ سب سے پہلے تو وہ آیت ملاحظہ کیجئے جس کا آپ نے اپنے سوال میں حوالہ دیا ہے۔

أولٰئک الذین اشترو الحیوۃ الدنیا بالأخرۃ فلا یخفف عنھم العذاب ولا ھم ینصرون ٥ (البقرہ/۸۶)

یہی وہ لوگ ہیں، جنہوں نے آخرت کے بدلے میں دنیا کی زندگی خرید لی ہے، پس نہ اُن پر سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی ان کو مدد دی جائیگی۔

آیت میں لفظ أولٰئک کی بلاغت پر نگاہ رہے تو معلوم ہو جائے گا کہ آخرت کے عوض دنیا خریدنے والے لوگ، کن کن جرائم میں جتلا رہے ہیں۔ اسکے لئے آیت ماقبل کو دیکھنا ہوگا۔ جسمیں ارشاد

ہوا ثم انتم ھؤلاء تقتلون انفسکم وتخرجون فریقاً منکم من دیارھم تظھرون علیھم بالاثم والعدوان ط وان یاتوکم أسٰرٰی تُفادوھم وھو محرم علیکم اخراجھم ط افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض ج فما جزآء من یفعل ذلک منکم الا خزیٌ فی الحیوۃ الدنیا ج ویوم القیامۃ یردون الٰی اشد العذاب ط وما اللّٰہ بغافل عما تعملون ٥ (البقرہ/۸۵)

پھر تم ہی وہ لوگ ہو کہ اپنوں کو قتل کر رہے ہو اور اپنے ہی ایک گروہ کو ان کے گھروں سے باہر نکال رہے ہو (اور طرفہ تماشا یہ کہ) ان کی حق تلفی اور زیادتی کے ساتھ، ان کے دشمنوں کی مدد کرتے ہو اور اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آجائیں تو ان کا فدیہ دے کر چھڑا لیتے ہو (تاکہ وہ تمہارے ممنون کرم رہیں) حالانکہ ان کا نکالنا تم پر حرام تھا۔ تو کیا تم کتاب کے بعض حصوں پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ پس تم میں سے جو شخص ایسا کرے، اسکی کیا سزا ہو سکتی ہے۔ سوائے اس کے کہ دنیا کی زندگی میں ذلت ہو اور قیامت کے دن (ایسے لوگ) سخت ترین عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں۔

یہ آیت چونکہ "ثُم" سے شروع ہوئی ہے اور ثُم تراخی کے لئے آیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ سلسلہ بیان اوپر سے چل رہا ہے۔ اس لئے ہمیں ایک آیت اور اوپر جانا ہوگا اور وہ آیت یہ ہے۔

واذ اخذنا میثاقکم لا تسفکون دمائکم ولا تخرجون انفسکم من دیارکم ثم اقررتم وانتم تشھدون (البقرہ/۸۴)

اور یاد کرو جب ہم نے تم سے یہ پختہ عہد لیا کہ تم باہم خونریزی نہیں کرو گے اور نہ اپنے لوگوں کو بے وطن کرو گے پھر تم اس کا اقرار بھی کرتے ہو اور خود گواہی بھی دیتے ہو۔

میرے محترم! انہیں مسئلہ کی وضاحت کے لئے مجھے ترتیب مصحفی کا سہارا لینا پڑا ہے۔ یعنی آیات کو اوپر سے نیچے پڑھنے کی بجائے نیچے سے اوپر کی طرف پڑھنا پڑا۔ اس کو اصطلاحاً سیاق و سباق کہتے ہیں۔ قرآن کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے مجھے بار ہا ایسا کرنا پڑتا ہے۔

ان آیات کو ایک ساتھ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخفیف عذاب سے محروم (یعنی اشد العذاب کے مستحقین) افراد کے جو جرائم بیان کیے ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) اپنوں کو قتل کرنا (تقتلون انفسکم)

(۲) اپنے لوگوں کو ان کے گھروں اور بستیوں سے نکال باہر کرنا (وتخرجون فریقاً منکم من

دیارھم)

(۳) غلط طور پر ایک دوسرے کی مدد اور پشت پناہی کرنا (تظاھرون علیھم بالاثم والعدوان)

اور ان جرائم کے علاوہ ان کا ایک جرم اور بھی ہے۔ جسے بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے۔

(۴) کیا تم کتاب الٰہی کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے کا انکار کر دیتے ہو؟

اس جرم کو سوالیہ انداز میں نمایاں کرنے کا مطلب ہے کہ یہودیوں کی بربادی اور زوال میں مذکورہ بالا عوامل کے ساتھ ساتھ الٰہی قوانین و احکام میں تبعیض کا عامل بھی خصوصیت کے ساتھ شامل تھا چنانچہ ایسے ہی مجرموں کے لئے جو عذاب مقرر ہوا ہے وہ بلا تخفیف یعنی ہر قسم کی رعایت اور ہمدردی کے بغیر ہے۔

دراصل قرآن پر ایمان رکھنے والوں کے لئے اس میں درسِ عبرت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہی کردار جس قوم کا بھی ہوگا وہ قوم اسی سزا کی مستحق ہوگی جو قرآن میں درج ہے۔

جن لوگوں کے لئے آیت نمبر ۸۶ میں فلا یخفف عنھم العذاب آیا ہے انہی کے لئے آیت نمبر ۸۵ میں ویوم القیامۃ یردون الیٰ اشد العذاب بھی آیا ہے۔ یوں اشد العذاب کے بعد یخفف عنھم العذاب کا مفہوم آپ سے آپ واضح ہو جاتا ہے۔

آپ نے سوال میں یہ بھی پوچھا ہے کہ تخفیفِ عذاب کی شرائط کیا ہیں؟ سو اس کے جواب میں عرض ہے کہ جس درجے کا جرم ہوگا، اسی درجے کا عذاب ہوگا۔ جس طرح جرم میں زیادتی، عذاب میں زیادتی کو مستلزم ہوتی ہے۔ اسی طرح جرم میں کمی بھی عذاب میں کمی کو مستلزم ہوگی۔ یوں تخفیفِ عذاب کا تعلق تخفیفِ جرم سے ہوا۔ اس لئے عذابِ الٰہی سے بچنے کے لئے ہمیں جرم سے بچنا ہوگا۔ یعنی جتنا جرم کم، اتنا عذاب کم۔ اور تخفیفِ عذاب، اسکے علاوہ کسی اور چیز کا نام نہیں۔

مزید یہ کہ پورے قرآن میں کہیں بھی "تخفیفِ عذاب" مثبت معنی میں نہیں آیا۔ جہاں بھی آیا عذاب میں ذرا بھی رعایت نہ دینے کے مفہوم میں آیا۔ اب میں دیگر مقامات سے اسکی تفصیل عرض کئے دیتا ہوں تاکہ نفسِ مسئلہ خوب مشرح و مصرح ہو جائے۔ اور ہر قسم کے مغالطے کے ازالے اور ابہام کی توضیح ہو جائے۔

سورۂ بقرہ میں آیا ہے۔

ان الذین کفروا وماتوا وھم کفار اولٰئک علیھم لعنۃ اللہ

والملائکۃ والناس اجمعین ۝ خالدین فیھا لا یخفف عنھم العذاب ولا ھم ینظرون ۝ (البقرہ/۱۶۱-۱۶۲)

بلاشبہ جنہوں نے کفر کیا اور مر گئے۔ دراں حال یہ کہ وہ کافر ہی تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ اور فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہے۔ اس (لعنت) میں ہمیشہ رہیں گے۔ نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ انہیں مہلت دی جائیگی۔

سورہ آل عمران میں آیا ہے۔

کیف یھدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانھم وشھدوا ان الرسول حق وجاء ھم البینٰت ؕ واللہ لا یھدی القوم الظالمین ۝ أولٰئک جزآؤ ھم انّ علیھم لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین ۝ خالدین فیھا لا یخفف عنھم العذاب ولا ھم ینظرون ۝ الا الذین تابوا من بعد ذٰلک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم ۝ (آل عمران/۸۶-۸۹)

اللہ ان لوگوں کو کیسے کامیاب کرے، جنہوں نے ایمان کے بعد کفر کیا اور وہ گواہی دیتے ہیں کہ رسول سچا ہے اور ان کے پاس روشن دلیلیں پہنچ چکیں اور اللہ ظالموں کو کامیاب نہیں ہونے دیتا۔ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ اور فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہے۔ اسی میں ہمیشہ (پڑے) رہیں گے۔ نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائیگی۔ سوائے ان کے کہ جنہوں نے اسکے بعد توبہ کر لی اور خود کو سنوار لیا۔ بے شک ایسوں کے لئے اللہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

آپ نے دیکھا کہ اس مقام پر بھی لا یخفف عنھم العذاب ولا ھم ینظرون ۝ کے وہی الفاظ دہرائے گئے ہیں جو سورہ بقرہ کی مذکرۃ الصدر آیت میں آئے ہیں۔ ان دونوں مقامات پر عذاب میں تخفیف نہ ہونے کا مفہوم، عذاب مسلسل ہے۔

اسی طرح سورہ نحل میں آیا ہے۔

واذا راء الذین ظلموا العذاب فلا یخفف عنھم ولا ھم ینظرون ۝ (النحل/۸۵)

اور جنہوں نے ظلم کیا۔ جب عذاب دیکھیں گے تو وہ نہ ان سے ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔

اور سورہ فاطر میں آیا ہے۔

والذین کفروا لھم نار جھنم ج لا یُقضیٰ علیھم فیموتوا ولا

یخفف عنهم من عذابها ط کذلک نجزی کل کفور ہ (فاطر/۳۶)

اور جنہوں نے کفر کیا۔ ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے۔ نہ ان کا کام تمام کیا جائے گا کہ مر جائیں اور نہ کچھ جہنم کا عذاب ان سے کم کیا جائے گا۔ ہم ہر ناشکرے کو یونہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔

ان دونوں آیات میں بھی عذاب میں کمی نہ ہونے کا مطلب، عذاب میں تسلسل اور تواتر ہے۔ عذاب میں تخفیف نہ ہونے کا مفہوم قرآنی آیات میں اتنی وضاحت اور صراحت کے ساتھ آیا ہے کہ اس باب میں کسی بھی قسم کا مغالطہ لاحق نہیں ہو سکتا۔

میں نے اس موضوع سے متعلق قرآن مجید میں مذکور تمام آیات آپ کے سامنے رکھ دی ہیں۔ اُمید ہے آپ میرے جواب سے مطمئن ہوں گے۔

..........☆☆..........

علامہ اقبالؒ نے فرمایا

ایک مدت سے ہم یہ سن رہے ہیں کہ قرآن کامل کتاب ہے۔ اور خود اپنے کمال کا مدعی ہے۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے کمال کو عملی طور پر ثابت کیا جائے۔ سیادت انسانی کے لیے تمام ضروری قواعد اس میں موجود ہیں۔ اور اس میں فلاں فلاں آیات فلاں قواعد کا استخراج ہوتا ہے۔ نیز جو قواعد عبادات یا معاملات سے متعلق (بالخصوص موخر الذکر سے متعلق) دیگر اقوام میں اس وقت مروج ہیں ان پر قرآنی نقطہ نگاہ سے تنقید کی جائے اور دکھایا جائے کہ وہ بالکل ناقص ہیں اور ان پر عمل کرنے سے نوع انسانی بھی سیادت سے بہرہ اندوز نہیں ہو سکتی۔

میرا یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص اس وقت قرآنی نقطہ نگاہ سے زمانہ حال کے ''جورس پروڈنس'' پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر احکام قرآنیہ کی ابدیت کو ثابت کرے گا وہی اسلام کا ''مجددؒ'' ہوگا۔ اور بنی نوع انسان کا سب سے بڑا خادم بھی وہی شخص ہوگا۔

۱۲ ستمبر ۱۹۲۵ء علامہ اقبالؒ کے ایک خط سے اقتباس

التفسیر اہل علم کی نظر میں

جسٹس ڈاکٹر فدا محمد خان
سینئر جج، فیڈرل شریعت کورٹ (اسلام آباد)

مکرمی و محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سہ ماہی رسالہ التفسیر کا شمارہ نمبر ۲ (اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۵ء) ملاحظہ کیا۔ اور مختلف موضوعات پر دیئے گئے مضامین کو بالاستیعاب پڑھنے کا موقع ملا۔ ماشاء اللہ بہت عمدہ کوشش ہے۔ جسمیں ممتاز محققین نے علمی اور تحقیقی مواد مرتب فرمایا ہے۔ کئی دیگر رسالوں کے برعکس یہ موضوعات محض نظریاتی تفنن طبع کی بجائے زیادہ تر عملی اہمیت کے حامل ہیں۔ جو اس رسالے کی افادیت کی ایک اچھی امتیازی خصوصیت ہے۔ اس نوعیت کے مباحث دور حاضر کی ضرورت ہیں میرا اندازہ ہے کہ یہ تحقیقی رسالہ علمی لحاظ سے ایک معتبر مقام حاصل کرے گا اور مختلف موضوعات پر اہل علم کی تسکین، رہنمائی اور فکری ارتقاء کا باعث بنے گا۔ میری دعا ہے کہ اس کا یہ معیار بہتر سے بہتر شکل اختیار کر جائے۔ اور مدیر اعلیٰ ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج کی ان کاوشوں کو ملی احیاء کے لیے کی جانے والی کوششوں میں موثر کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

دعا گو

فدا محمد خان

(جسٹس ڈاکٹر فدا محمد خان)

..........☆☆..........

سید صبیح الدین صبیح رحمانی

ایڈیٹر نعت رنگ کراچی

محترم جناب ڈاکٹر محمد شکیل اوج صاحب

السلام علیکم!

آپ کی طرف سے التفسیر کے تین شمارے تحفتاً ملے جس کے لیے آپ کا شکر گزار ہوں۔ رسید میں تاخیر ضرور ہوگی ہے۔ مگر رسالہ پڑھے بغیر کوئی رائے دینا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ مصروفیت کے باعث رسالہ دیکھنے میں بھی تاخیر ہوئی۔ بہر حال آپ نے پوری ذمہ داری کے ساتھ کچھ مباحث کو رسالے میں پیش کیا ہے۔ اختلاف رائے کہاں نہیں ہوتا۔ مگر یہ ضروری ہے کہ ہم ایسے علمی موضوعات پر گفتگو کے در وا کریں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس علمی و فکری جریدے کو اسی ہمت اور استقامت سے جاری رکھیں گے۔

طالب دعا

صبیح الدین صبیح رحمانی

☆☆

ڈاکٹر حافظ محمد سجاد

ایڈیٹر معارف اسلامی اسلام آباد

محترم جناب ڈاکٹر محمد شکیل اوج زاد مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ کرے آپ خیریت سے ہوں۔ سہ ماہی التفسیر دیکھنے کا موقع ملا۔ ماشاء اللہ بہت عمدہ تحقیقی وعلمی پرچہ ہے۔ آپ بڑی محنت، لگن اور ذوق سے مرتب کرتے ہیں۔ تمام مضامین اعلیٰ تحقیقی معیار کے ہیں۔ اس کے چند شمارے IRI لائبریری میں دیکھنے کا موقع ملا۔ راقم ناچیز بھی مجلہ معارف اسلامی مرتب کرتا ہے۔ تازہ شمارہ پیش خدمت ہے۔ اگر تبادلہ ممکن ہو تو التفسیر جاری فرمادیں۔

شکریہ

والسلام مع الاحترام

محتاج دعا

ڈاکٹر محمد سجاد

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامی فکر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

ہفت روزہ تکبیر کراچی

یکم تا سات دسمبر ۲۰۰۵ء

التفسیر جامعہ کراچی شعبہ علوم اسلامی کے استاد و محقق ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج کی ادارت میں شائع ہونے والا علمی و تحقیقی سہ ماہی مجلہ ہے۔ مذکورہ شمارہ اس سلسلے کی چوتھی اشاعت ہے۔ اس مجلہ میں محققین وعلماء کے تحقیقی مقالے شامل ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ الامی کے معنی کے حوالے سے ایک منفرد تحقیق بھی خاصی توجہ طلب ہے۔ ڈاکٹر شکیل اوج نے اس مقالے میں نبی کریم ﷺ کے لیے قرآن کریم میں استعمال ہونے والے الامی کے لقب کی مروجہ تعریفوں کے مقابلے میں ایک بالکل منفرد تحقیق پیش کی ہے۔ اب تک مختلف مفسرین نے الامی کے لیے "ناخواندہ، ان پڑھ اور اپنی اصل پر قائم رہنے والے" کے معنی تعبیر کیے ہیں۔ لیکن اس مجلہ میں شائع شدہ اپنی تحقیق میں ڈاکٹر شکیل اوج نے قرآنی دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ اب تک اس لفظ کے اخذ کیے گئے معنی آپ ﷺ کی شان کے مطابق نہیں۔ بلکہ الامی کے صحیح معنی "مرکز و مرجع" یا "مرجع خلائق" کے ہیں۔

تاہم اس شمارے میں شعبہ علوم اسلامی کے استاد محمد عارف خان ساقی کا ایک مقالہ بھی شامل ہے جو اول الذکر تحقیق سے مختلف ہے۔ دونوں مضامین کی اشاعت قابل مطالعہ اور ایک نئی بحث کے آغاز کا سبب ہے۔ شمارے میں عید کے تاریخی پس منظر و فلسفے سے متعلق مفتی منیب الرحمان، قرآن کے تصور آزمائش و پیدائش سے متعلق اعجاز احمد اور احکام شرعیہ کی تعریفات اور مثالوں سے متعلق علامہ غلام رسول سعیدی کے انتہائی مدلل اور پُر مغز مقالے بھی شامل ہیں۔ سہ ماہی التفسیر نے اپنی سابقہ مگر مختصر روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اعلیٰ درجے کی تحقیق سے متلاشیان علم کو سیراب کیا ہے۔ توقع ہے کہ یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے گا۔ رسالہ نیوز پرنٹ پر شائع ہوا ہے۔ مجلے کا سرورق آرٹ پیپر پر سادہ اور جاذب نظر ہے۔

سہ ماہی التفسیر
مکتبہ فیض القرآن
دوکان نمبر ۱۲، قاسم سینٹر اردو بازار کراچی
سے بھی حاصل کیا جاسکتا ہے

مجلسِ تفسیر کے سربراہ ڈاکٹر شکیل اوج کی علمی وفکری سرگرمیاں

(۱) ماہِ رمضان کے تعلق سے ترتیب دیے گئے ہم ٹی۔وی کے ایک خصوصی پروگرام "ذکر" کے ناکمل سے تین مختلف عنوانات کے تحت منعقد ہونے والے مذاکروں میں ڈاکٹر شکیل اوج نے بطور penalist شرکت کی۔ اس سلسلہ کا ایک پروگرام ۱۱ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو ریکارڈ ہوا۔ مذاکرہ کا عنوان تھا "روزے کے فائدے" اس مذاکرہ کے دیگر شرکاء یہ تھے۔ مسز عظمیٰ فرحان آغا اور شاہ احتشام۔ یہ پروگرام ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو نشر ہوا۔

اسی سلسلے کا دوسرا پروگرام ۱۳ اکتوبر کو ریکارڈ ہوا۔ جس کا عنوان تھا "خواب اور استخارہ" اس کے دیگر شرکاء یہ تھے۔ مولانا سید مظفر شاہ قادری اور پروفیسر عباس حسین۔ یہ پروگرام ۱۷ اکتوبر کو نشر ہوا۔

اور اس سلسلے کا تیسرا پروگرام بھی ۱۳ اکتوبر کو ہی ریکارڈ ہوا۔ عنوان تھا "شرک و بدعت" اس مذاکرہ کے شرکاء بھی حسب سابق تھے۔ یہ پروگرام ۱۳ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو نشر ہوا۔ ان تینوں پروگراموں کی میزبانی محترمہ عطیہ فاطمہ خان نے کی۔

(۲) "کمسن حفاظ قرآن کی مہارت کا مظاہرہ" کے زیر عنوان قرآنی فاؤنڈیشن، کراچی نے شعبۂ علوم اسلامی، جامعہ کراچی کی کوآرڈی نیشن میں ایک خصوصی پروگرام ترتیب دیا۔ جسمیں شمالی علاقہ جات کے چار کمسن حافظوں نے شرکت کی۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) محمد اسمٰعیل (۲) محمد عباس (۳) سید روح اللہ موسوی (۴) حافظ حسین مہدی

یہ پروگرام شعبہ علوم اسلامی کے چیئر مین پروفیسر ڈاکٹر محمد اختر سعید صدیقی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مہمان مقرر کے طور پر ڈاکٹر شکیل اوج نے خطاب کیا۔ یہ پروگرام ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۵ء بروز ہفتہ آرٹس آڈیٹوریم جامعہ کراچی میں منعقد ہوا۔

(۳) نظام قرآنی کے زیر عنوان ۲۱ اکتوبر ۲۰۰۵ء بمطابق ۱۷ رمضان المبارک، بعد نماز عشاء بمقام آستانہ حیدری، لانڈھی، نزد چراغ ہوٹل حسب سابق ایک خصوصی کانفرنس منعقد ہوئی، جسمیں پچھلے سال کی طرح، اس سال بھی ڈاکٹر شکیل اوج نے خصوصی خطاب کیا۔ اس کانفرنس میں مولانا رضوان احمد نقشبندی (ناظم تعلیمات، جامعہ نضرۃ العلوم، کراچی) اور داعی کانفرنس پروفیسر خالد اقبال جیلانی نے بھی خصوصی خطبات دیے۔ اس کانفرنس کی وڈیو ریکارڈنگ بھی کی گئی۔

(۴) ہم ٹی وی کے معروف پروگرام حصار میں "عورت، زمین، جائیداد اور وراثت کی قید میں" کے زیر

عنوان ایک ٹاک شو میں ڈاکٹر شکیل اوج نے بطور penalist شرکت کی۔ دیگر شرکاء محترم کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

محترم جسٹس (ریٹائرڈ) اقبال حیدر، سابق اٹارنی جنرل و سابق وفاقی وزیر برائے قانون و انصاف و پارلیمانی امور و حقوق انسانی، (حکومت پاکستان) محترمہ یسمیٰ کمال، چیئر پرسن، حصار فاؤنڈیشن، (کراچی) اور محترمہ حور النساء، مریم بلوچ، وائس پریزیڈنٹ سندھ حیاتی تحریک، (صوبہ سندھ)۔ یہ پروگرام ۱۵ نومبر ۲۰۰۵ء کو ریکارڈ ہوا۔

(۵) ادارہ انوار حرمین (ٹرسٹ) کے زیر اہتمام جامع مسجد امام اعظم ابوحنیفہؒ عقب ایروکلب نیپا چورنگی گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ میں ۳۱ دسمبر بروز ہفتہ بعد نماز عشاء حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے سالانہ عرس کے موقع پر ایک خصوصی اجتماع کا انعقاد ہوا۔ جس میں ڈاکٹر شکیل اوج نے مہمان خصوصی کے طور پر شرکت کی۔ اور "حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ بحیثیت قائد ملت اسلامیہ" کے عنوان سے خطاب کیا۔ دیگر مہمان مقررین میں مولانا جمیل احمد نعیمی دار العلوم نعیمیہ اور مولانا رضوان احمد نقشبندی ناظم تعلیمات جامع نضرۃ العلوم کراچی بھی شامل تھے۔ یہ اجتماع صاحبزادہ شاہ محمد انس نورانی صدیقی کی دعا پر ختم ہوا۔

(۶) مورخہ ۲۳ دسمبر بروز ہفتہ بوقت ۱۱ بجے دن کراچی انٹرمیڈیٹ کالج برائے خواتین گلشن حدید فیز ۱۱ بن قاسم میں "زلزلہ ----- عذاب الٰہی یا فطری حادثہ؟" کے زیر عنوان ڈاکٹر شکیل اوج نے لیکچر دیا۔ یہ لیکچر کالج کے سبزہ زار میں دیا گیا۔ جس میں اساتذہ اور معلمات کے علاوہ کثیر تعداد میں طالبات نے شرکت کی۔ لیکچر کے اختتام پر اساتذہ اور طالبات کی جانب سے پوچھے گئے مختلف سوالات کے جوابات بھی دیے گئے۔

(رپورٹ: شاہین افروز)

☆☆